ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2961

Program: BS

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ)

کورس: اسلامی قانون وراثت (2961) • سطح: بی ایس (علوم اسلامیہ تخصص شریعہ)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 1 (بوٹ: 1 تا 4)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: وراثت کی تعریف، بنیادی اصطلاحات اور اہم مقاصد (20 نمبر)

اسلامی قانون وراثت ایک جامع نظام ہے جو مرنے والے کے مال کو منصفانہ طور پر تقسیم کرتا ہے۔ وراثت کی تعریف، اس کی بنیادی اصطلاحات اور اس کے اہم مقاصد کو تفصیل سے بیان کریں۔ (20)

تعارف

انسان کی موت کے بعد اس کے چھوڑے ہوئے مال، جائیداد اور حقوق کا کیا ہو، یہ ہر معاشرے کا ایک بنیادی سوال رہا ہے۔ اگر اس سوال کا واضح، منصفانہ اور پہلے سے مقرر شدہ جواب موجود نہ ہو تو خاندانوں میں جھگڑے، مقدمہ بازی اور باہمی نفرتیں جنم لیتی ہیں، کمزور ورثاء کا حق مارا جاتا ہے اور مال چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جاتا ہے۔ اسلام نے اس مسئلے کو غیر معمولی اہمیت دی اور قرآن مجید میں وراثت کے احکام کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ سورۃ النساء کی آیات 11، 12 اور 176 میں اولاد، والدین، شوہر، بیوی، بہن بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کے حصے خود اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیے ہیں، اور ان حصوں کو اللہ کی مقرر کردہ حدیں قرار دیا گیا ہے۔ اسی لیے علم وراثت کو فقہ کا ایک مستقل اور معزز باب سمجھا جاتا ہے اور اسے آدھا علم بھی کہا گیا ہے، کیونکہ اس کا تعلق ہر انسان کی زندگی کے اس آخری مرحلے سے ہے جس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اس جواب میں پہلے وراثت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کی جائے گی، پھر اس علم کی بنیادی اصطلاحات جیسے ترکہ، مورث، وارث، میراث اور فرائض کی وضاحت کی جائے گی، اور آخر میں اس نظام کے اہم دینی، معاشرتی اور معاشی مقاصد کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔

وراثت کی تعریف

لغوی معنی

وراثت عربی زبان کا لفظ ہے جو مادہ ورث سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں کسی چیز کا ایک شخص سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا، باقی رہ جانا اور کسی کے بعد اس کی جگہ لینا۔ اسی مادے سے لفظ میراث بھی ہے جس سے مراد وہ مال ہے جو مرنے والے کے بعد اس کے ورثاء کو ملتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ مال کی منتقلی کے علاوہ علم، نبوت اور زمین کی ملکیت کی منتقلی کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وراثت کا تصور صرف روپے پیسے تک محدود نہیں بلکہ ہر اس چیز کو شامل ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف جائز طور پر منتقل ہوتی ہے۔ لغوی وسعت کے باوجود فقہی بحث میں وراثت کا اطلاق عموماً میت کے مال و حقوق کی منتقلی پر ہوتا ہے۔

اصطلاحی تعریف

فقہاء نے وراثت کی اصطلاحی تعریف یوں بیان کی ہے کہ یہ ایک جبری اور شرعی حق ہے جس کے ذریعے مرنے والے کا ترکہ اس کی موت کے بعد ان زندہ رشتہ داروں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جنہیں شریعت نے وارث قرار دیا ہے، اور یہ منتقلی مقررہ حصوں کے مطابق خود بخود واقع ہو جاتی ہے۔ اس تعریف کے کئی اہم نکات ہیں۔ اول یہ کہ وراثت ایک جبری انتقال ہے، یعنی وارث کی رضامندی یا مورث کی وصیت کے بغیر بھی حق ثابت ہو جاتا ہے۔ دوم یہ کہ یہ انتقال موت پر موقوف ہے، زندگی میں دی گئی چیز ہبہ کہلاتی ہے وراثت نہیں۔ سوم یہ کہ مستحقین اور ان کے حصے انسانوں کے بنائے ہوئے نہیں بلکہ شریعت کے مقرر کردہ ہیں، اس لیے نہ مورث اپنی مرضی سے کسی وارث کو محروم کر سکتا ہے اور نہ ورثاء باہمی رضامندی کے سوا مقررہ حصوں میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ چہارم یہ کہ وراثت کا حق صرف اس وارث کو ملتا ہے جو مورث کی موت کے وقت زندہ ہو۔ ان خصوصیات کی وجہ سے اسلامی وراثت دنیا کے دیگر نظاموں سے نمایاں طور پر مختلف ہے۔

بنیادی اصطلاحات

علم وراثت کو سمجھنے کے لیے اس کی بنیادی اصطلاحات سے واقفیت ضروری ہے۔ مورث اس شخص کو کہتے ہیں جس کی وفات کے بعد اس کا مال ورثاء میں تقسیم ہوتا ہے۔ وارث وہ زندہ شخص ہے جو شرعی سبب کی بنا پر میت کے ترکہ میں حصہ پانے کا مستحق ہو۔ ترکہ یا متروکہ اس تمام مال، جائیداد، نقدی، حقوق اور واجب الادا قرضوں کے مجموعے کو کہتے ہیں جو میت چھوڑ کر جاتا ہے، خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔ میراث اس حصے کو کہا جاتا ہے جو تقسیم کے بعد کسی وارث کو ملتا ہے۔ علم الفرائض اس علم کا خاص نام ہے جو مقررہ حصوں اور ان کے حساب کتاب سے بحث کرتا ہے، کیونکہ اس میں حصے کسور کی صورت میں مقرر ہوتے ہیں۔ ذوی الفروض ان ورثاء کو کہتے ہیں جن کے حصے قرآن و سنت میں واضح طور پر مقرر ہیں، جبکہ عصبات وہ ورثاء ہیں جو مقررہ حصے لینے والوں کے بعد باقی ماندہ مال پاتے ہیں۔ اصل المسئلہ اس سب سے چھوٹے عدد کو کہتے ہیں جس سے تمام حصے صحیح طور پر نکالے جا سکیں۔ اسی طرح حجب کا مطلب کسی وارث کا دوسرے قریبی وارث کی موجودگی میں محروم یا کم حصہ پانا ہے۔ یہ اصطلاحات اس پورے کورس کی بنیاد ہیں اور آئندہ سوالات میں ان کی تفصیل آئے گی۔

جدول 1: علم وراثت کی بنیادی اصطلاحات اور ان کے مفاہیم

اصطلاح	مفہوم	مثال یا وضاحت
مورث	وہ شخص جس کی وفات پر وراثت جاری ہوتی ہے	میت جس کا ترکہ تقسیم ہونا ہے
وارث	شرعی سبب سے ترکہ میں حصہ پانے والا زندہ رشتہ دار	بیٹا، بیٹی، شوہر، بیوی، والدین وغیرہ
ترکہ	میت کا چھوڑا ہوا تمام مال اور حقوق	نقدی، مکان، زمین، سامان اور واجب الوصول رقوم
علم الفرائض	مقررہ حصوں اور ان کے حساب کا علم	کسور کے ذریعے حصوں کی تقسیم کا طریقہ
اصل المسئلہ	وہ چھوٹا ترین عدد جس سے تمام حصے درست نکلیں	مثلاً حصے نصف، ثلث اور سدس ہوں تو اصل 6 بنتا ہے

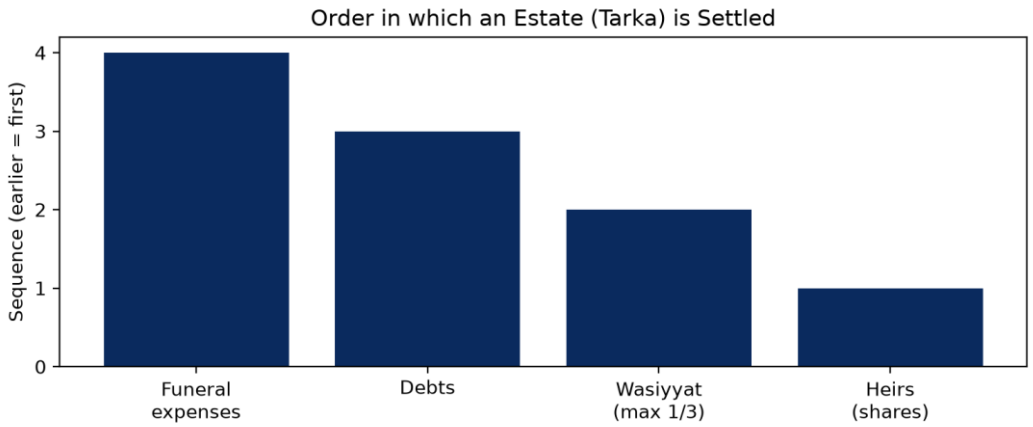

شکل 1: ترکہ کی تصفیہ کی ترتیب — پہلے کفن دفن، پھر قرض، پھر وصیت اور آخر میں ورثاء کے حصے۔

ترکہ کی تقسیم میں ایک مقررہ ترتیب بھی اس نظام کی بنیادی اصطلاحی ساخت کا حصہ ہے۔ میت کے ترکہ سے سب سے پہلے اس کے کفن دفن کے مناسب اخراجات نکالے جاتے ہیں، اس کے بعد اس کے قرضے ادا کیے جاتے ہیں، پھر اس کی جائز وصیت کو ایک تہائی مال کی حد کے اندر نافذ کیا جاتا ہے، اور اس کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ ورثاء میں ان

کے شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے وصیت اور قرض کی ادائیگی کو وراثت کی تقسیم سے پہلے ذکر کر کے اسی ترتیب کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ اس ترتیب سے یہ اصول بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وراثت کا حق ترکہ کی تصفیہ کے بعد پیدا ہونے والا خالص حق ہے، یعنی وارث کو وہی ملتا ہے جو تمام جائز ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بعد بچ جائے۔

اسلامی قانون وراثت کے اہم مقاصد

اس نظام کا پہلا اور بنیادی مقصد عدل و انصاف کا قیام ہے۔ اسلام نے ہر قریبی رشتہ دار کو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، اس کی قرابت اور ذمہ داری کے تناسب سے حصہ دیا اور کسی کو بھی کلیتاً محروم نہیں رکھا۔ زمانہ جاہلیت میں صرف طاقتور مردوں کو وراثت ملتی تھی اور عورتیں و بچے محروم رہتے تھے، اسلام نے اس ظلم کو ختم کر کے کمزور طبقات کو قانونی تحفظ دیا۔ دوسرا مقصد مال کی وسیع تقسیم ہے۔ بڑے بڑے ترکہ چند افراد میں سمٹنے کے بجائے بہت سے رشتہ داروں میں بٹ جاتے ہیں، جس سے دولت کی گردش وسیع ہوتی ہے اور معاشرے میں معاشی توازن پیدا ہوتا ہے۔ تیسرا مقصد خاندانی نظام کا تحفظ ہے، کیونکہ جب ہر رشتہ دار کو اس کا حق از خود مل جاتا ہے تو خاندان میں محبت، تعاون اور صلہ رحمی کی فضا قائم رہتی ہے اور جھگڑوں کی نوبت کم آتی ہے۔

چوتھا مقصد سماجی تحفظ ہے۔ بیوہ، یتیم بچوں، بوڑھے والدین اور بیٹیوں جیسے نسبتاً کمزور افراد کو لازمی حصہ دے کر اسلام نے ان کے لیے معاشی سہارا پیدا کیا، تاکہ وہ کسی کے رحم و کرم پر نہ رہیں۔ پانچواں مقصد تنازعات کی پیش بندی ہے، کیونکہ حصے پہلے سے مقرر اور واضح ہونے کی وجہ سے تقسیم کے وقت اندازوں اور دعووں کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے اور عدالتی چارہ جوئی کم ہو جاتی ہے۔ چھٹا مقصد انسان میں امانت اور ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا ہے، کیونکہ یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسان اس مال کا امین ہے جو اس کے بعد حق داروں تک پہنچنا چاہیے۔ ساتواں مقصد عورت کی معاشی خود مختاری ہے، کیونکہ وراثت میں ملنے والا مال عورت کی ذاتی ملکیت ہوتا ہے جس میں اس کے شوہر یا کسی اور کو بلا اجازت تصرف کا حق نہیں ہوتا۔ یہ تمام مقاصد مل کر اس نظام کو محض ایک قانونی ضابطہ نہیں بلکہ ایک مکمل سماجی و اخلاقی نظام بنا دیتے ہیں۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی قانون وراثت ایک الٰہی، جامع اور منصفانہ نظام ہے جس میں وراثت کی تعریف، اس کی بنیادی اصطلاحات اور اس کے مقاصد ایک دوسرے سے گہرے طور پر جڑے ہوئے ہیں۔ وراثت ایک جبری شرعی انتقال ہے جو موت کے بعد مقررہ حصوں کے مطابق واقع ہوتا ہے۔ مورث، وارث، ترکہ، علم الفرائض اور اصل المسئلہ جیسی اصطلاحات اس نظام کی علمی بنیاد فراہم کرتی ہیں، جبکہ عدل، ہمہ جہتی، وسیع تقسیم، کمزوروں کا تحفظ، خاندانی استحکام اور تنازعات کی روک تھام اس کے نمایاں مقاصد ہیں۔ ایک طالب علم کے لیے یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ ان حصوں کی تعیین کسی انسانی مجلس یا رواج کا نتیجہ نہیں بلکہ قرآن و سنت کی صریح رہنمائی ہے، اسی لیے ان میں ردوبدل کا اختیار کسی کو حاصل نہیں۔ البتہ کسی مخصوص عملی مسئلے میں حتمی شرعی رائے کے لیے مستند علماء اور متعلقہ قانونی فورم سے رجوع کرنا ہی درست طرزِ عمل ہے۔ آئندہ سوالات میں اسی نظام کی ضرورت، اس کے ارکان و اسباب اور ورثاء کی اقسام و حصص کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

سوال نمبر 2: قانون وراثت کی ضرورت، اہمیت اور غیر اسلامی قوانین سے تقابلی جائزہ (20 نمبر)

اسلامی قانون وراثت دیگر نظاموں کے مقابلے میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی ضرورت، اہمیت اور غیر اسلامی قوانین سے اس کا تقابلی جائزہ پیش کریں۔ (20)

تعارف

ہر زندہ معاشرے کو کسی نہ کسی قانون وراثت کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ املاک کی منتقلی کا سوال موت کے ساتھ لازمی طور پر جڑا ہوا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ قانون کس اصول پر مبنی ہو: مرنے والے کی بے لگام مرضی پر، خاندان کے سب سے بڑے فرد کی اجارہ داری پر، ریاست کی صوابدید پر، یا پہلے سے مقرر شدہ منصفانہ حصوں پر۔ تاریخ گواہ ہے کہ مختلف تہذیبوں نے ان میں سے مختلف راستے اختیار کیے اور ہر راستے کے اپنے اچھے اور برے نتائج نکلے۔ اسلامی قانون وراثت نے ان سب سے الگ ایک متوازن راستہ اختیار کیا جس میں فرد کی محدود وصیت کی آزادی بھی محفوظ رہی اور خاندان کے تمام قریبی افراد کے لازمی حقوق بھی۔ اس جواب میں پہلے اس قانون کی ضرورت اور

اہمیت بیان کی جائے گی اور پھر قدیم و جدید غیر اسلامی نظاموں، مثلاً جاہلی عرب رواج، رومی قانون، یہودی روایت، ہندو قانون اور جدید مغربی قوانین سے اس کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

قانون وراثت کی ضرورت

اس قانون کی ضرورت کئی پہلوؤں سے واضح ہوتی ہے۔ پہلا پہلو انسانی فطرت ہے۔ انسان اپنی زندگی بھر کی کمائی کے بارے میں فطری طور پر چاہتا ہے کہ وہ اس کے اپنوں کے کام آئے، لیکن اگر قانون خاموش ہو تو یہ خواہش جھگڑوں میں بدل جاتی ہے۔ دوسرا پہلو کمزور ورثاء کا تحفظ ہے۔ بیوہ، نابالغ بچے اور بوڑھے والدین اپنے حق کے لیے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے، اس لیے انہیں لازمی قانونی حصہ دینا ضروری تھا۔ تیسرا پہلو معاشی نظام کی ضرورت ہے۔ اگر ترکہ تقسیم کا کوئی قاعدہ نہ ہو تو جائیدادیں برسوں متنازع رہتی ہیں، ان کی پیداواری صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اور معیشت کو نقصان پہنچتا ہے۔ چوتھا پہلو سماجی امن ہے، کیونکہ وراثت کے جھگڑے خاندانوں کو توڑ دیتے ہیں اور بعض اوقات پر تشدد تنازعات میں بدل جاتے ہیں۔ اسلام نے حصے پہلے سے مقرر کر کے ان تمام خطرات کی جڑ کاٹ دی۔ پانچواں پہلو یہ ہے کہ موت اچانک بھی آ سکتی ہے اور ہر شخص وصیت لکھنے کا موقع نہیں پاتا، اس لیے ایک خودکار قانونی نظام کا ہونا ناگزیر تھا جو وصیت کی عدم موجودگی میں بھی انصاف کے ساتھ تقسیم کر دے۔

اسلامی قانون وراثت کی اہمیت و خصوصیات

اس نظام کی سب سے بڑی اہمیت اس کا الٰہی ماخذ ہے۔ حصے قرآن مجید کی صریح آیات میں مقرر ہیں، اس لیے انہیں کسی حکمران، پارلیمنٹ یا رواج کے ذریعے تبدیل نہیں کیا جا سکتا اور یہی استحکام اس نظام کی قوت ہے۔ دوسری خصوصیت اس کی جامعیت ہے، کیونکہ اس میں والدین، اولاد، ازواج، بہن بھائی، دادا دادی، نانا نانی اور دور کے رشتہ داروں تک سب کے درجے مقرر کر دیے گئے ہیں۔ تیسری خصوصیت عورت کی شمولیت ہے۔ اسلام نے عورت کو ماں، بیوی، بیٹی اور بہن کی حیثیت سے وارث بنایا اور اس کے حصے کو قانونی حق قرار دیا، جبکہ اس دور کی بیشتر تہذیبوں میں عورت خود وراثت کی چیز سمجھی جاتی تھی۔ چوتھی خصوصیت دوہرے اصول کا امتزاج ہے، یعنی زیادہ تر ترکہ لازمی حصوں میں تقسیم ہوتا ہے اور صرف ایک تہائی حصے میں مرنے والے کو وصیت کی محدود آزادی دی گئی ہے تاکہ وہ کسی خاص نیکی یا ضرورت کا انتظام کر سکے۔ پانچویں خصوصیت درجہ

بندی کی حکمت ہے، یعنی قرب، نسل اور ذمہ داری کی بنیاد پر حصوں میں فرق رکھا گیا ہے، مثلاً بیٹے کو بیٹی کے مقابلے میں دوگنا حصہ اس لیے دیا گیا ہے کہ خاندان کی کفالت اور مہر و نفقہ کی ذمہ داریاں مرد پر رکھی گئی ہیں۔

غیر اسلامی نظاموں سے تقابلی جائزہ

زمانہ جاہلیت کے عرب رواج میں وراثت صرف اس بالغ مرد کو ملتی تھی جو جنگ میں حصہ لے سکے اور دشمن سے مقابلہ کر سکے۔ عورتیں اور بچے سراسر محروم تھے، بلکہ بیوہ خود ترکہ کا حصہ سمجھ کر ورثاء کے قبضے میں چلی جاتی تھی۔ اسلام نے اس رواج کو مکمل طور پر ختم کیا اور عورت و بچے کو مستقل وارث بنایا۔ قدیم رومی قانون میں خاندان کا سردار یعنی پیter familias مکمل اختیار رکھتا تھا اور اس کی مرضی کے بغیر اولاد کو کچھ نہیں ملتا تھا، بعد کے ادوار میں اس میں کچھ نرمی آئی مگر وصیت کی آزادی بنیادی اصول رہی۔ یہودی روایت میں عموماً بڑے بیٹے کو دوہرا حصہ ملتا تھا اور بیٹوں کی موجودگی میں بیٹیاں وراثت سے محروم رہتی تھیں، صرف بیٹوں کی عدم موجودگی میں بیٹیوں کو حق ملتا تھا، جبکہ اسلام نے بیٹی کو بیٹوں کی موجودگی میں بھی مقررہ حصہ دیا۔ روایتی ہندو قانون میں مشترکہ خاندانی جائیداد کا نظام رائج تھا جس میں بیٹیاں طویل عرصے تک پیدائشی حق سے محروم رہیں اور بیوہ کو بھی محدود حق ملتا تھا، اگرچہ جدید ہندوستانی قوانین میں اصلاحات کر کے بیٹیوں کو برابر کا حق دینے کی کوشش کی گئی ہے، جو خود اس بات کا اعتراف ہے کہ پرانا نظام ناانصافی پر مبنی تھا۔

جدول 1: اسلامی اور غیر اسلامی نظام ہائے وراثت کا موازنہ

پہلو	اسلامی قانون وراثت	دیگر یا قدیم نظام
ماخذ	قرآن و سنت، مقررہ اور ناقابل تبدیل حصے	رواج، سردار کی مرضی یا انسانی قانون سازی
عورت کا حق	ماں، بیوی، بیٹی، بہن ہر حیثیت میں لازمی حصہ	جاہلیت و کئی قدیم نظاموں میں عورت محروم یا خود ترکہ شمار

جاہلی رواج میں صرف لڑنے کے قابل مرد وارث	نابالغ اولاد بھی وارث، حصہ محفوظ	بچوں کا حق
رومی و جدید مغربی قوانین میں اکثر مکمل آزادی	زیادہ سے زیادہ ایک تہائی، وارث کے حق میں عموماً نافذ نہیں	وصیت کی حد
اکثر بڑے بیٹے یا چند افراد تک محدود	وسیع، بہت سے رشتہ داروں میں مال تقسیم	تقسیم کا دائرہ

جدید مغربی قوانین میں دو بڑے نمونے پائے جاتے ہیں۔ انگریز و امریکی روایت میں وصیت کی آزادی کو بہت وسعت دی گئی ہے اور ایک شخص اپنی تمام جائیداد کسی بھی فرد یا ادارے کے نام کر سکتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اولاد اور بیوی تک محروم رہ جاتے ہیں اور خاندانی تنازعات عدالتوں میں بڑھ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس فرانس اور بعض یورپی ممالک میں لازمی حصے کا اصول جزوی طور پر اختیار کیا گیا ہے جس میں اولاد کے لیے مخصوص حصہ محفوظ رکھا جاتا ہے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ یہ جزوی لازمی حصے والا اصول اسلامی نظام سے قریب تر ہے، گویا انسانی تجربے نے بھی اسی توازن کو بہتر پایا۔ اسی طرح کچھ نظاموں میں ریاست وارث نہ ہونے کی صورت میں ساری جائیداد ضبط کر لیتی ہے، جبکہ اسلام میں دور کے رشتہ داروں یعنی ذوی الارحام تک کو موقع دیا جاتا ہے اور آخری درجے میں مال بیت المال یعنی عوامی فلاح کی طرف جاتا ہے۔ اس تقابل سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی نظام نہ وصیت کی بے لگام آزادی دیتا ہے اور نہ فرد کو بالکل بے اختیار کرتا ہے، بلکہ ایک درمیانی اور منصفانہ راہ اختیار کرتا ہے۔

تقابل کا ایک اور اہم پہلو لچک اور استحکام کا توازن ہے۔ انسانی قوانین وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں اور ہر تبدیلی سے پرانے حقوق متاثر ہوتے ہیں، جبکہ اسلامی حصے مستقل ہونے کی وجہ سے ہر خاندان پیشگی جانتا ہے کہ کس کو کیا ملے گا۔ دوسری طرف یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ مقررہ حصے جدید معاشی حالات میں کم لچک رکھتے ہیں، مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے ایک تہائی وصیت، زندگی میں ہبہ اور وقف جیسے ذرائع سے مناسب لچک بھی فراہم کر رکھی ہے۔ یوں یہ نظام اصول میں ثابت اور اطلاق میں حکمت سے بھرپور ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ اسلامی قانون وراثت کی ضرورت انسانی فطرت، کمزوروں کے تحفظ، معاشی استحکام اور سماجی امن سے جڑی ہوئی ہے اور اس کی اہمیت اس کے الٰہی ماخذ، جامعیت، عورت و بچے کی شمولیت اور متوازن درجہ بندی میں ظاہر ہوتی ہے۔ تقابلی جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ جاہلی رواج ظلم پر، رومی و مغربی وصیتی آزادی خاندانی محرومی پر اور اجارہ دارانہ نظام چند افراد میں مال کے ارتکاز پر منتج ہوتے ہیں، جبکہ اسلامی نظام ان تمام انتہاؤں سے بچ کر وسیع اور منصفانہ تقسیم پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید قانونی اصلاحات بھی آہستہ آہستہ لازمی حصے کے اصول کی طرف بڑھی ہیں۔ طالب علم کو یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ تقابل کسی قوم یا مذہب کی تحقیر کے لیے نہیں بلکہ علمی مطالعے کے لیے پیش کیا جاتا ہے، اور کسی عملی اختلافی مسئلے میں حتمی رائے کا اختیار مستند علماء اور مجاز قانونی اداروں کو حاصل ہے۔

سوال نمبر 3: ارکان وراثت، اسباب میراث اور موانع وراثت (20 نمبر)

وراثت کے صحیح نفاذ کے لیے کچھ بنیادی عناصر ضروری ہوتے ہیں۔ ارکان وراثت، اسباب میراث اور موانع وراثت کی وضاحت مثالوں کے ساتھ کریں۔ (20)

تعارف

وراثت کا حق خود بخود اور بے قاعدہ طور پر پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے نفاذ کے لیے فقہاء نے ایک مکمل ضابطہ مرتب کیا ہے جس کے تین بنیادی ستون ہیں۔ پہلا ستون ارکان وراثت ہے، جن کے بغیر وراثت کا تصور ہی قائم نہیں ہوتا۔ دوسرا ستون اسباب میراث ہے، یعنی وہ شرعی تعلقات جن کی بنا پر کوئی شخص وارث بنتا ہے۔ تیسرا ستون موانع وراثت ہے، یعنی وہ عارضی یا ذاتی رکاوٹیں جن کی موجودگی میں بظاہر وارث ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص حصہ نہیں پاتا۔ یہ تینوں عناصر مل کر اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ کون وارث ہے، کیوں وارث ہے اور کس صورت میں وارث ہونے کے باوجود محروم رہے گا۔ اس جواب میں ان تینوں کو تعریف، اقسام اور واضح مثالوں کے ساتھ بیان کیا جائے گا تاکہ تقسیم کے کسی بھی عملی مسئلے کی بنیاد سمجھ آ سکے۔

ارکان وراثت

رکن اس جزو کو کہتے ہیں جس کے بغیر کوئی چیز وجود میں نہ آ سکے۔ فقہاء کے نزدیک وراثت کے تین ارکان ہیں۔ پہلا رکن مورث ہے، یعنی وہ شخص جس کی موت واقع ہو چکی ہو، خواہ موت حقیقی ہو یعنی اس کا انتقال سب کے علم میں ہو، یا حکمی ہو یعنی عدالت کسی لاپتہ شخص کو قانونی طور پر مردہ قرار دے دے۔ جب تک مورث کی موت ثابت نہ ہو، وراثت جاری نہیں ہو سکتی، اسی لیے لاپتہ شخص کی جائیداد اس کے فیصلے تک محفوظ رکھی جاتی ہے۔ دوسرا رکن وارث ہے، یعنی وہ شخص جو مورث کی موت کے وقت زندہ ہو اور اس سے شرعی سبب رکھتا ہو۔ اگر وارث مورث سے پہلے مر چکا ہو تو اسے کوئی حصہ نہیں ملتا، اور اگر بچہ ماں کے پیٹ میں ہو تو اس کا حصہ محفوظ رکھا جاتا ہے کیونکہ پیدائش پر اس کا زندہ ہونا ثابت ہونے سے وہ وارث بن جاتا ہے۔ تیسرا رکن موروث یعنی ترکہ ہے، یعنی وہ مال اور حقوق جو میت نے چھوڑے ہوں۔ اگر میت نے کوئی مال ہی نہ چھوڑا ہو تو وراثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور اگر ترکہ قرض میں ڈوبا ہوا ہو تو قرض کی ادائیگی کے بعد کچھ نہ بچے تو ورثاء کو بھی کچھ نہیں ملتا۔ مثال کے طور پر ایک شخص وفات پاتا ہے، اس کا بیٹا زندہ ہے اور اس نے ایک لاکھ روپے چھوڑے ہیں، تو یہاں وفات پانے والا مورث، بیٹا وارث اور ایک لاکھ ترکہ ہے، یوں تینوں ارکان مکمل ہونے پر وراثت جاری ہو جائے گی۔

اسباب میراث

سبب اس شرعی تعلق کو کہتے ہیں جس کی بنا پر وراثت کا حق پیدا ہوتا ہے۔ فقہاء نے وراثت کے تین اسباب بیان کیے ہیں۔ پہلا سبب قرابت یعنی نسبی رشتہ داری ہے، جو سب سے وسیع اور بنیادی سبب ہے۔ اس میں والدین، اولاد، بہن بھائی، چچا اور ان کی اولاد جیسے خون کے رشتے شامل ہیں۔ قرابت کی قوت کے اعتبار سے ہی ورثاء کے درجے بنتے ہیں اور قریب تر رشتہ دور کے رشتے کو روک دیتا ہے۔ مثال کے طور پر بیٹے کی موجودگی میں پوتا عام قاعدے کے مطابق محروم رہتا ہے کیونکہ بیٹا نسل میں قریب تر ہے۔ دوسرا سبب نکاح ہے، یعنی صحیح شرعی نکاح کی بنا پر شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے وارث بنتے ہیں، خواہ رخصتی عمل میں آئی ہو یا نہ آئی ہو۔ مثال کے طور پر اگر نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے شوہر کا انتقال ہو جائے تو بیوی اس کی وارث ہو گی اور اسے مقررہ حصہ اور مہر دونوں کا حق حاصل ہو گا۔ البتہ طلاق کی صورت میں عدت کے اندر اور بعد کی تفصیلات فقہی

کتب میں بیان ہوئی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ رجعی طلاق کی عدت میں وراثت باقی رہتی ہے جبکہ عدت گزرنے کے بعد یہ سبب ختم ہو جاتا ہے۔ تیسرا سبب ولاء ہے، جو تاریخی طور پر آزاد کیے گئے غلام اور آزاد کرنے والے کے درمیان پیدا ہونے والا شرعی تعلق تھا۔ جس شخص کا کوئی نسبی وارث نہ ہوتا، اس کے آزاد کرنے والے کو اس کے ترکہ میں حق ملتا تھا۔ آج غلامی کا ادارہ ختم ہو چکا ہے، اس لیے یہ سبب عملی طور پر متروک ہے، مگر فقہی کتب میں اس کا ذکر اصول کی تکمیل کے لیے موجود رہتا ہے۔ بعض فقہاء نے چوتھا درجہ بیت المال کو بھی شمار کیا ہے کہ جب کوئی وارث سرے سے موجود نہ ہو تو ترکہ عوامی خزانے میں جمع ہوتا ہے تاکہ مال ضائع نہ ہو اور مسلم معاشرے کی اجتماعی ضروریات میں صرف ہو۔

جدول 1: اسبابِ میراث اور موانعِ وراثت کا خلاصہ

عنصر	اقسام یا صورتیں	مثال
سبب: قرابت	نسبی رشتہ داری	بیٹا، بیٹی، والدین، بہن بھائی
سبب: نکاح	صحیح شرعی ازدواجی تعلق	شوہر اور بیوی کا باہمی حقِ وراثت
سبب: ولاء	آزاد کرنے کا تعلق (تاریخی)	وارث نہ ہونے پر آزاد کرنے والے کا حق
مانع: قتل	وارث کا مورث کو قتل کرنا	قاتل مقتول کی وراثت سے محروم
مانع: کفر یا اختلافِ دین	دین کا اختلاف	فقہاء کے اصول کے مطابق باہمی وراثت منقطع
مانع: رق یا غلامی	غلامی کی حالت (تاریخی)	غلام کا اپنا مال نہ ہونا

موانع وراثت

مانع اس وصف کو کہتے ہیں جو سبب کے موجود ہوتے ہوئے بھی وراثت کے اثر کو روک دے۔ فقہاء نے بڑے موانع تین بیان کیے ہیں۔ پہلا مانع قتل ہے۔ اگر وارث نے اپنے مورث کو ناحق قتل کیا ہو تو وہ اس کی وراثت سے محروم ہو جاتا ہے، کیونکہ شریعت کا اصول ہے کہ جو شخص کسی چیز کو وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرے اسے اس سے محروم کر دیا جائے۔ اس کی حکمت واضح ہے کہ اگر قاتل کو وراثت کی لالچ میں قتل کا دروازہ کھل جاتا۔ مثال کے طور پر اگر بیٹا لالچ میں باپ کو قتل کر دے تو وہ باپ کے ترکہ سے کچھ نہیں پائے گا، البتہ قتل خطا یا قانونی دفاع جیسی صورتوں کی تفصیل فقہاء نے الگ سے بیان کی ہے اور ان میں اختلاف بھی موجود ہے، اس لیے عملی کیس میں حتمی رائے اہل علم اور عدالت سے لی جاتی ہے۔ دوسرا مانع اختلاف دین ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان باہمی وراثت جاری نہیں ہوتی، کیونکہ وراثت کا تعلق دینی و سماجی ربط پر قائم سمجھا گیا ہے۔ تیسرا مانع غلامی تھا کہ غلام کا اپنا مال اس کے آقا کا سمجھا جاتا تھا، اس لیے وہ نہ وارث بن سکتا تھا نہ اس کی وراثت جاری ہوتی تھی، یہ مانع بھی آج عملی طور پر ختم ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ بعض فقہاء نے ملک کے اختلاف جیسی تاریخی صورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ یاد رہے کہ مانع کا اثر شخصی ہوتا ہے، یعنی محروم ہونے والے کی اولاد اپنے مستقل حق کی بنا پر وارث بن سکتی ہے، مثلاً قاتل کی اولاد دادا کے ترکہ میں اپنے سبب سے حصہ پا سکتی ہے۔

ان تینوں عناصر کے باہمی تعلق کو سمجھنا ضروری ہے۔ ارکان وراثت کا ڈھانچہ فراہم کرتے ہیں، اسباب اس ڈھانچے میں حق پیدا کرتے ہیں اور موانع اس حق کے نفاذ کی آخری جانچ کرتے ہیں۔ عملی تقسیم میں پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ تینوں ارکان موجود ہیں یا نہیں، پھر یہ کہ ہر دعوے دار کے پاس سبب موجود ہے یا نہیں، اور آخر میں یہ کہ کوئی مانع تو نہیں پایا جاتا۔ یہی ترتیب عدالتی کارروائی میں بھی اختیار کی جاتی ہے، جہاں وراثت کا سرٹیفکیٹ حاصل کرتے وقت تمام وارثوں کی فہرست، ان کے رشتے اور کسی مانع کی عدم موجودگی کی تصدیق کی جاتی ہے۔ اس منظم ضابطے کی وجہ سے اسلامی وراثت میں بدعنوانی اور من مانی کی گنجائش بہت کم رہ جاتی ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ وراثت کے صحیح نفاذ کی بنیاد تین عناصر پر ہے۔ ارکان یعنی مورث، وارث اور ترکہ کے بغیر وراثت کا وجود ممکن نہیں۔ اسباب یعنی قرابت، نکاح اور ولاء وہ شرعی تعلقات ہیں جن سے وراثت کا حق پیدا ہوتا ہے، جن میں قرابت سب سے وسیع سبب ہے۔ موانع یعنی قتل، اختلاف دین اور تاریخی غلامی وہ رکاوٹیں ہیں جو سبب کے باوجود حق کو روک دیتی ہیں، جن میں قتل کی ممانعت معاشرے کو ایک سنگین جرم سے بچانے کی حکمت پر مبنی ہے۔ مثالوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ نظام محض نظری نہیں بلکہ ہر عملی تقسیم میں مرحلہ وار استعمال ہوتا ہے۔ طالب علم کے لیے ان تینوں کو الگ الگ یاد کرنا اور ان کے باہمی تعلق کو سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ آئندہ مباحث جیسے حجب، عول اور رد انہی بنیادوں پر کھڑے ہیں۔ کسی متنازع عملی صورت میں اس گائیڈ کو حتمی فتویٰ نہ سمجھا جائے بلکہ مستند علماء اور مجاز عدالت سے رجوع کیا جائے۔

سوال نمبر 2: ذوی الفروض — تعریف، اقسام اور حصص (20 نمبر)

ذوی الفروض وہ افراد ہیں جن کے حصے قرآن و سنت میں مقرر کیے گئے ہیں۔ ان کی تعریف، اقسام اور حصص کو تفصیل سے بیان کریں۔ (20)

تعارف

اسلامی وراثت میں ورثاء کی پہلی اور سب سے اہم جماعت ذوی الفروض ہے، کیونکہ ان کے حصے خود قرآن مجید اور سنت نبوی میں واضح کسور کی صورت میں مقرر کر دیے گئے ہیں اور تقسیم کا آغاز ہمیشہ انہی سے ہوتا ہے۔ کل مقررہ حصے چھ ہیں: نصف یعنی آدھا، ربع یعنی چوتھائی، ثمن یعنی آٹھواں حصہ، ثلث یعنی ایک تہائی، ثلثان یعنی دو تہائی اور سدس یعنی چھٹا حصہ۔ یہ حصے سورۃ النساء کی آیات 11، 12 اور 176 میں بیان ہوئے ہیں اور انہی کی بنا پر اس علم کو علم الفرائض کہا جاتا ہے۔ ذوی الفروض کی تعداد بارہ ہے جن میں چار مرد اور آٹھ عورتیں شامل ہیں۔ اس جواب میں پہلے ان کی تعریف بیان کی جائے گی، پھر ہر وارث کا حصہ اس کی مختلف حالتوں کے ساتھ جدول اور تفصیل کی صورت میں واضح کیا جائے گا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ گائیڈ نصابی مطالعے کے لیے عمومی اصول بیان کرتی ہے، کسی مخصوص کیس کے حصے نکالنے میں فقہی اختلاف اور عدالتی طریق کار کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

تعریف اور بنیادی اصول

ذوی الفروض ان ورثاء کو کہتے ہیں جن کے لیے شریعت نے ترکہ میں ایک متعین کسری حصہ مقرر کر دیا ہے جو عام حالات میں نہ بڑھتا ہے اور نہ گھٹتا ہے، البتہ عول کی صورت میں تناسب کے ساتھ سب کے حصوں میں کمی اور رد کی صورت میں مقررہ شرائط کے تحت اضافہ ہو سکتا ہے جن کی تفصیل مشق نمبر دو میں آئے گی۔ ان کی پہچان کا اصول یہ ہے کہ ان کا حصہ کسور میں ملتا ہے، جبکہ عصبہ کو باقی ماندہ ملتا ہے۔ پندرہ ذوی الفروض یہ ہیں: باپ، دادا، شوہر اور ماں جائے یعنی اخیافی بھائی۔ آٹھ عورتیں یہ ہیں: بیوی، بیٹی، پوتی، ماں، دادی یا نانی، حقیقی بہن، باپ جائے یعنی علاتی بہن اور ماں جائے یعنی اخیافی بہن۔ ان میں سے بعض ہمیشہ صاحب فرض رہتے ہیں، جیسے ماں اور بیوی، اور بعض حالات کے بدلنے سے کبھی صاحب فرض اور کبھی عصبہ بن جاتے ہیں، جیسے باپ اور بیٹی۔ یہی لچک اس نظام کی خوبصورتی ہے کہ ایک ہی رشتہ مختلف خاندانی صورتوں میں مختلف منصفانہ کردار ادا کرتا ہے۔

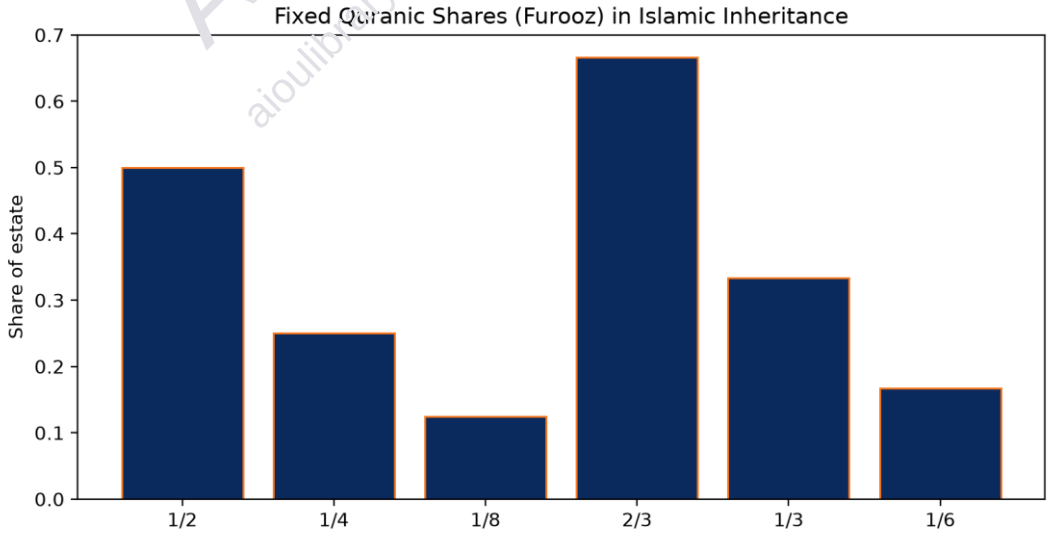

شکل 1: قرآن مجید میں مقرر کردہ چھ کسری حصے — نصف، ربع، ثمن، ثلثان، ثلث اور سدس۔

مرد ذوی الفروض کے حصص

شوہر کا حصہ دو حالتیں رکھتا ہے۔ اگر میت بیوی کی کوئی اولاد نہ ہو تو شوہر کو ترکہ کا نصف ملتا ہے، اور اگر بیوی کی اولاد موجود ہو تو اسے ربع یعنی چوتھائی ملتا ہے، کیونکہ اولاد کی موجودگی میں اس کا حصہ کم ہو جاتا ہے تاہم وہ کبھی محروم نہیں ہوتا۔ باپ کی تین حالتیں ہیں۔ اگر میت کا بیٹا یا پوتا موجود ہو تو باپ کو صرف سدس ملتا ہے۔ اگر صرف بیٹیاں ہوں تو باپ کو سدس کے ساتھ عصبہ کی حیثیت سے باقی ماندہ بھی ملتا ہے اور اگر اولاد سرے سے نہ ہو تو باپ صرف عصبہ بن کر سارا باقی ماندہ لیتا ہے۔ دادا کا حکم بھی باپ کی عدم موجودگی میں عموماً باپ جیسا ہی ہوتا ہے، البتہ بعض صورتوں میں فقہاء کی تفصیلات الگ ہیں۔ اخیافی یعنی ماں جائے بھائی کا حصہ یہ ہے کہ اگر وہ اکیلا ہو تو اسے سدس ملتا ہے اور اگر دو یا زیادہ ہوں تو وہ ثلث میں برابر کے شریک ہوتے ہیں، ان میں مرد و عورت کا حصہ برابر ہوتا ہے جو اس جماعت کی ایک منفرد خصوصیت ہے۔ یہ تمام حصے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ قرب نسل اور ذمہ داری دونوں کو حصوں کی تعیین میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔

عورت ذوی الفروض کے حصص

بیوی کا حصہ یہ ہے کہ اگر شوہر کی اولاد نہ ہو تو اسے ربع ملتا ہے اور اگر اولاد ہو تو ثمن ملتا ہے، اور اگر بیویاں ایک سے زیادہ ہوں تو وہ اسی حصے میں برابر شریک ہوتی ہیں۔ ماں کی تین حالتیں ہیں۔ اگر میت کی اولاد ہو یا دو یا زیادہ بہن بھائی موجود ہوں تو ماں کو سدس ملتا ہے، ورنہ اسے ثلث ملتا ہے، البتہ ایک خاص صورت میں جسے فقہاء نے عمریتین کہا ہے، ماں کو باقی ماندہ کا ثلث ملتا ہے تاکہ باپ اور ماں کے درمیان مناسب تناسب قائم رہے۔ بیٹی کا حصہ یہ ہے کہ اکیلی ہو تو نصف، دو یا زیادہ ہوں تو ثلثان ان میں برابر تقسیم ہوتا ہے، اور بیٹے کی موجودگی میں وہ اس کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے اور اصول یہ ہوتا ہے کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملتا ہے۔ پوتی کا حکم بیٹی کی عدم موجودگی میں عموماً بیٹی جیسا ہے، اور بیٹی کے ساتھ ہونے پر سدس تکمیل کی صورت بھی فقہاء نے بیان کی ہے۔ دادی اور نانی کو سدس ملتا ہے اور وہ اس میں شریک ہوتی ہیں، بشرطیکہ درمیان میں ماں موجود نہ ہو کیونکہ ماں انہیں حجب کر دیتی ہے۔ حقیقی بہن کا حصہ اولاد اور باپ کی عدم موجودگی میں اکیلی ہو تو نصف اور دو یا زیادہ ہوں تو ثلثان ہے، اور بھائی کے ساتھ وہ عصبہ بن جاتی ہے۔ علاتی بہن کا حکم بھی عموماً اسی طرح ہے جبکہ اخیافی بہن اخیافی بھائی کی طرح سدس یا ثلث میں شریک ہوتی ہے۔

جدول1: ذوی الفروض کے حصص کا خلاصہ

وارث	حصہ ــــاولاد نہ ہو	حصہ ــــاولاد ہو یا خاص حالت
شوہر	نصف(1/2)	ربع(1/4)
بیوی	ربع(1/4)	ثمن(1/8)
ماں	ثلث(1/3)	سدس(1/6) جب اولاد یا دو+ بہن بھائی ہوں
باپ	عصبہ (باقی ماندہ)	سدس(1/6)، بیٹیوں کے ساتھ سدس+ باقی
بیٹی	اکیلی نصف، دو+ ثلثان	بیٹے کے ساتھ عصبہ (مرد کو دوگنا)
حقیقی بہن	اکیلی نصف، دو+ ثلثان	اولاد و باپ کی موجودگی میں محجوب یا عصبہ
اخیافی بہن بھائی	اکیلا سدس، دو+ ثلث برابر	اصول اولاد کی موجودگی میں محجوب
دادی / نانی	سدس(1/6)	ماں کی موجودگی میں محجوب

اس جدول کے مطالعے سے چند اہم اصول واضح ہوتے ہیں۔ پہلا اصول یہ ہے کہ اولاد کی موجودگی ازواج اور والدین کے حصوں کو کم کر دیتی ہے، کیونکہ نئی نسل کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ قریبی رشتہ دور کے رشتے کو روک دیتا ہے، مثلاً ماں دادی کو اور بیٹی پوتی کو بعض حالتوں میں محجوب کر دیتی ہے۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ مقررہ حصے زیادہ سے زیادہ نصف اور کم سے کم ثمن ہوتے ہیں، جس سے کسی ایک فرد کے ہاتھ میں پورا ترکہ سمٹنے کا امکان کم ہو جاتا ہے۔ چوتھا اصول یہ ہے کہ ذوی الفروض کو ان کا حصہ پہلے دیا جاتا ہے اور اس کے بعد باقی ماندہ عصبات کی طرف جاتا ہے، لہٰذا کسی مسئلے کو حل کرتے وقت ہمیشہ پہلے اصحاب الفرائض کی فہرست بنانی چاہیے۔ ان اصولوں پر عمل کرنے سے پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ بھی مرحلہ وار حل ہو جاتا ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ ذوی الفروض وہ بارہ ورثاء ہیں جن کے حصے قرآن و سنت میں چھ مقررہ کسور، نصف، ربع، ثمن، ثلثان، ثلث اور سدس، کی صورت میں بیان ہوئے ہیں۔ شوہر، بیوی، والدین، اولاد اور بہنوں کے حصے خاندانی حالت کے مطابق سے بدلتے رہتے ہیں، اس لیے ہر وارث کی تمام حالتیں یاد کرنا ضروری ہے۔ ان حصوں کی تعیین میں قرابت، نسل، ذمہ داری اور ضرورت سب کا لحاظ رکھا گیا ہے، جس کی وجہ سے یہ نظام کمزور اور طاقتور سب کے ساتھ انصاف کرتا ہے۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ جدول کو غور سے پڑھے، ہر حصے کو مثال بنا کر حل کرنے کی مشق کرے اور یاد رکھے کہ اختلافی یا پیچیدہ عملی صورتوں میں حتمی فیصلہ مستند علماء اور مجاز عدالت کا کام ہے، یہ گائیڈ صرف نصابی فہم کے لیے ہے۔ اگلے سوال میں ان کے بعد آنے والی دو جماعتوں یعنی عصبات اور ذوی الارحام کا مطالعہ کیا جائے گا۔

سوال نمبر 5: عصبات اور ذوی الارحام — تعریف، اقسام اور باہمی فرق (20 نمبر)

عصبات اور ذوی الارحام وراثت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ دونوں کی تعریف، اقسام اور ان کے درمیان فرق کو واضح کریں۔ (20)

تعارف

ذوی الفروض کو ان کے مقررہ حصے دینے کے بعد عام طور پر ترکہ کا کچھ حصہ باقی رہ جاتا ہے، اور بعض صورتوں میں کوئی صاحب فرض موجود ہی نہیں ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ یہ باقی ماندہ مال یا پورا ترکہ کس کو ملے گا۔ اسلامی قانون وراثت نے اس سوال کا جواب دو مزید جماعتوں کے ذریعے دیا ہے۔ پہلی جماعت عصبات کی ہے جو میت کے مرد نسبی رشتہ داروں پر مشتمل ہوتی ہے اور باقی ماندہ مال پاتی ہے۔ دوسری جماعت ذوی الارحام کی ہے جو ان رشتہ داروں پر مشتمل ہے جو نہ صاحب فرض ہیں اور نہ عصبہ، اور انہیں صرف اس وقت حق ملتا ہے جب پہلی دونوں جماعتیں موجود نہ ہوں۔ یوں ورثاء کی ترتیب تین درجوں میں مکمل ہو جاتی ہے اور کوئی ترکہ بے وارث نہیں رہتا۔ اس جواب میں دونوں جماعتوں کی تعریف، اقسام اور ان کے باہمی فرق کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

عصبات: تعریف اور اقسام

عصبہ لغت میں باپ کی طرف کے مرد رشتہ داروں کو کہتے ہیں جو کسی کے گرد اس طرح جمع ہوں جیسے پگڑی سر کے گرد لپٹی ہوتی ہے۔ اصطلاح میں عصبہ وہ وارث ہے جس کا کوئی مقررہ کسری حصہ نہیں ہوتا بلکہ وہ ذوی الفروض کو حصے دینے کے بعد باقی بچنے والا مال لیتا ہے، اور اگر کوئی صاحب فرض موجود نہ ہو تو پورا ترکہ لیتا ہے، اور اگر باقی کچھ نہ بچے تو اسے کچھ نہیں ملتا۔ عصبات کی تین اقسام ہیں۔ پہلی قسم عصبہ بنفسہ ہے یعنی وہ مرد رشتہ دار جو خود اپنی ذات سے عصبہ ہو، جیسے بیٹا، پوتا، باپ، دادا، حقیقی بھائی، علاتی بھائی، چچا اور ان کی مرد اولاد۔ ان میں ترتیب یہ ہے کہ پہلے نسل یعنی اولاد، پھر اصول یعنی باپ دادا، پھر بھائی اور ان کی اولاد، پھر چچا اور ان کی اولاد کا درجہ آتا ہے، اور ہر درجہ اگلے درجے کو روک دیتا ہے۔ دوسری قسم عصبہ بغیرہ ہے، یعنی وہ عورت جو کسی مرد کی وجہ سے عصبہ بن جائے، جیسے بیٹی بیٹے کے ساتھ، پوتی پوتے کے ساتھ اور حقیقی بہن حقیقی بھائی کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے اور پھر اصول یہ ہوتا ہے کہ مرد کو عورت کے مقابلے میں دوگنا حصہ ملتا ہے۔ تیسری قسم عصبہ مع غیرہ ہے، یعنی وہ عورت جو کسی دوسری عورت کی وجہ سے عصبہ بنے، جیسے حقیقی یا علاتی بہن بیٹی یا پوتی کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہے۔ یہ تینوں اقسام مل کر اس بات کو یقینی بناتی ہیں کہ ترکہ کوئی حصہ خاندان سے باہر ضائع نہ ہو۔

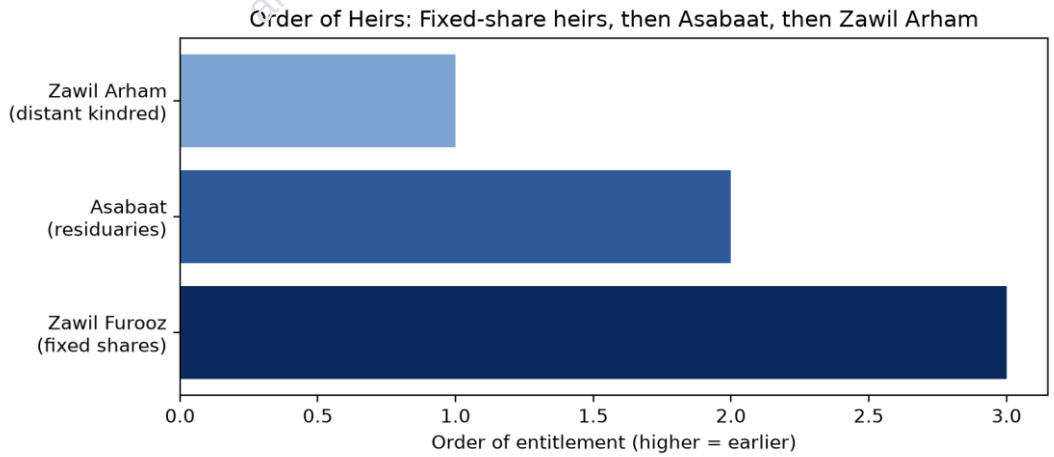

شکل 1: ورثاء کی ترتیب — پہلے ذوی الفروض، پھر عصبات اور آخر میں ذوی الارحام۔

ذوی الارحام: تعریف اور اقسام

ذوی الارحام ان رشتہ داروں کو کہتے ہیں جن کا میت سے رحم یعنی خونی رشتہ تو موجود ہو مگر وہ نہ مقررہ حصے والوں میں شامل ہوں اور نہ عصبات میں۔ ان میں خالہ، ماموں، پھوپھی، خالہ زاد و ماموں زاد اولاد، نواسا نواسی اور نانا جیسے رشتے شامل ہیں۔ جمہور فقہاء کے نزدیک جب نہ کوئی صاحب فرض ہو اور نہ عصبہ، یا صاحب فرضوں میں صرف شوہر یا بیوی موجود ہو، تو ترکہ ذوی الارحام کو دیا جاتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں رحم کے رشتہ داروں کو ایک دوسرے کا زیادہ حق دار قرار دیا گیا ہے۔ فقہاء نے ان کی چار جماعتیں بنائی ہیں۔ پہلی جماعت میت کی اولاد کی وہ شاخیں ہیں جو صاحب فرض یا عصبہ نہیں بنتیں، جیسے بیٹی کی اولاد اور نواسے نواسیاں۔ دوسری جماعت میت کے اصول میں سے وہ رشتے ہیں جو عصبہ نہیں، جیسے نانا اور نانی کی اوپر کی بعض صورتیں۔ تیسری جماعت والدین کی اولاد کی وہ شاخیں ہیں جو عصبہ نہیں بنتیں، جیسے اخیافی بھائی کی اولاد اور بہن کی اولاد۔ چوتھی جماعت دادا دادی اور نانا نانی کی اولاد کی دور کی شاخیں ہیں، جیسے پھوپھی، خالہ اور ماموں اور ان کی اولاد۔ ان جماعتوں میں بھی قرب درجہ اور قوت قرابت کے اصول لاگو ہوتے ہیں اور قریب تر جماعت دور کی جماعت کو روک دیتی ہے۔ البتہ ذوی الارحام کی داخلی تقسیم میں فقہاء کے درمیان تفصیلی اختلافات موجود ہیں جن کا مطالعہ اعلیٰ فقہی کتب سے کرنا چاہیے۔

جدول 1: عصبات اور ذوی الارحام کے درمیان فرق

پہلو	عصبات	ذوی الارحام
تعریف	باقی ماندہ مال لینے والے مرد نسبی رشتہ دار اور ان سے وابستہ عورتیں	وہ رحم والے رشتہ دار جو نہ صاحب فرض ہوں نہ عصبہ
درجہ	ذوی الفروض کے فوراً بعد دوسرا درجہ	عصبات کی عدم موجودگی میں تیسرا درجہ
مثالیں	بیٹا، باپ، بھائی، چچا اور ان کی مرد اولاد	خالہ، ماموں، پھوپھی، نواسا، بیٹی کی اولاد

بچی ہوئی صورت میں ترکہ اصول قرابت کے مطابق	باقی ماندہ سارا مال، کبھی سارا ترکہ بھی	حصے کی نوعیت
مرد و عورت دونوں شامل ہوتے ہیں	بغیرہ اور مع غیرہ کی صورت میں عورت عصبہ بنتی ہے	عورت کی شمولیت
کسی عصبہ کی موجودگی میں کلیتاً محروم	صاحب فرض کا حصہ لینے کے بعد کچھ نہ بچے تو محروم	محرومی

اس فرق کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ فرض کریں ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے ایک بیٹی اور ایک بھائی چھوڑا۔ بیٹی صاحب فرض ہونے کی وجہ سے نصف لے گی اور باقی نصف اس کے بھائی کو عصبہ ہونے کی وجہ سے ملے گا، اس صورت میں خالہ یا ماموں کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ عصبہ موجود ہے۔ اس کے برعکس اگر میت نے صرف ایک خالہ اور ایک ماموں چھوڑا ہو اور کوئی صاحب فرض یا عصبہ موجود نہ ہو تو ترکہ ذوی الارحام کے طور پر انہی رشتہ داروں میں مقررہ اصول کے مطابق تقسیم ہو گا۔ ایک اور مثال یہ ہے کہ اگر میت نے صرف بیوی اور ایک خالہ چھوڑی ہو تو بیوی اپنا مقررہ حصہ لے گی اور جمہور کے نزدیک باقی ماندہ ذوی الارحام یعنی خالہ کو ملے گا، کیونکہ شوہر اور بیوی رد کے دائرے سے عموماً باہر رکھے جاتے ہیں۔ ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں جماعتوں کا کردار تکمیلی ہے اور ان کی ترتیب ہی اس نظام کو مکمل بناتی ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ عصبات وہ وارث ہیں جو مقررہ حصے والوں کے بعد باقی ماندہ مال لیتے ہیں اور ان کی تین اقسام عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ ہیں، جبکہ ذوی الارحام وہ رحم والے رشتہ دار ہیں جو نہ صاحب فرض ہیں نہ عصبہ اور انہیں صرف پہلی دونوں جماعتوں کی عدم موجودگی میں حق ملتا ہے۔ دونوں کے درمیان درجے، نوعیت اور مثالوں کا واضح فرق جدول اور مثالوں سے ثابت کر دیا گیا ہے۔ اس ترتیب کی حکمت یہ ہے کہ پہلے قریب ترین اور شرعاً مقررہ حق داروں کو حق ملے، پھر نسبی مرد شاخ کو اور آخر میں وسیع خاندانی دائرے کو، تاکہ کوئی ترکہ لاوارث نہ رہے اور مال خاندان ہی میں گردش کرتا رہے۔ طالب علم کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ذوی الارحام کی داخلی تقسیم میں فقہی اختلافات پائے جاتے ہیں، اس لیے کسی عملی مسئلے میں حتمی رائے مستند علماء اور مجاز قانونی ادارے سے حاصل کی جائے۔ اس سوال کے ساتھ مشق نمبر ایک کے بنیادی مباحث مکمل ہو جاتے ہیں جن پر مشق نمبر دو کے قواعد حجب، عول، رد اور وصیت قائم ہیں۔